ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

جدید فارسی نثر نگاری پر فرانسیسی ادب کے اثرات

IMPACT OF FRENCH LITERATURE ON MODERN PERSIAN PROSE

ڈاکٹر محمد سفیر
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ فارسی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڑن لینگویجز اسلام آباد
ڈاکٹر عامر ظہیر
لیکچرر
شعبہ فرانسیسی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ABSTRACT:
This article studies the impact of French literature on modern Persian prose. The purpose of the article is to highlight the modern Persian literature which is influenced by French literary traditions. The beginning of modern literature in Iran is generally considered to be the period (1905-1911) named as Persian Constitutional Revolution precisely when Iranian literature, due to the influences of western literature and culture, moved away from the traditional Persian style and adapted to the new world. During the reigns of Nasir-ud-Din Shah and Muzaffar-ud-Din Shah (1906-1896), new political ideas and patriotic sentiments were being nurtured among the Iranians. During this period, a lot of newspapers and magazines were published, modern schools were established everywhere in Iran. The Iranians started traveling towards Turkey and western countries and thus Iranian people were amazed to see new sciences and arts in Europe. Since 1906, Persian translations of modern French and English books appeared in Iran. Relations between Iran and France became stronger than ever. The French literature including drama, novels and short stories became popular in Iran. As a result of this, foreign books were translated into Persian, and some of the new authors adopted the style of foreign literature, thus moving away from the Persian style of expression. This article will identify the influence of French literature on modern Persian prose and will also discuss the reasons for this impact.

Keywords: French, Persian, Modern literature, Constitutional Revolution, Prose

ایران میں کہانی اور قصہ گوئی کی روایت بہت قدیم ہے ۔ قدیم یونان اور روم میں جب ڈراما یا ڈرامائی ادب میں پروان چڑھ رہا تھا توعین اسی وقت ایران میں داستان گوئی اور نقالی عام تھیں۔ ایرانی کہانیاں خواہ افسانے ہوں یا حکایتیں، عموماً صوفیانہ موضوعات یا اخلاقی نتائج پر مبنی ہوتی تھیں۔ ایران میں مختلف منثور و منظوم کہانیاں، بشمول: رزمی، تاریخی، سماجی کہانیاں لکھنے اور وقائع نگاری کی روایت ایران باستان سے قاجار دور تک جاری رہی۔ فتح علی شاہ کی تاجپوشی درحقیقت ایران کی معاصر تاریخ میں سیاسی، معاشرتی، معاشی اور ادبی تحولات کا آغاز ہے۔

ایران کے جدید ادب پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان سیاسی حالات کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے جن کی بنیاد پر ایران اور فرانس کے درمیان تعلقات میں اضافہ ہوا۔ اس وقت کے سب سے اہم سیاسی واقعات میں برطانیہ اور فرانس کے مابین سیاسی کشمکش اور روسی حکومت کے اس سرزمین پر حملے اورایران اور عثمانی حکومت کے مابین کشیدہ تعلقات تھے۔ یہ بالکل وہی زمانہ تھا جب فرانس میں نپولین، روس میں الیگزینڈر اور ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی عروج تھا۔ بدقسمتی سے ایران اچانک بین الاقوامی سیاسی گرداب میں پھنس گیااوراس طرح یہ ایک طوفانی گرداب میں تبدیل ہو گیا۔ چنانچہ یہ دنیا کی بڑی طاقتوں مثلاً روس، برطانیہ اور فرانس کے مابین سیاسی کشمکش میں ایک حساس مہرے کی حیثیت اختیار کر گیا۔ روس اور فرانس دونوں ہندوستان میں برطانیہ کا اثرورسوخ کم کرنے کے لئے مزاحمت کرتے تھے اور ایران اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک مددگار ملک ثابت ہو سکتا تھا۔(۱)

1801 میں الیگزینڈر اول نے جارجیا اور کوہ قاف پر حملہ کر کے ہندوستان جانے کا راستہ ہموار کیا۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نپولین نے فتح علی شاہ سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تاکہ وہ ایران کے راستے ہندوستان پر حملہ کر سکے اور برطانوی حکومت کا تختہ پلٹ دے۔ لیکن برطانیہ، نپولین اور الیگزینڈر اول کے منصوبے کو ناکام بنانے کے لئے ایران کے ساتھ معاہدے کرتا ہے تاکہ ایران میں اپنا اثرو رسوخ بڑھا سکے ۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے برطانوی سفارتکار تہران آئے اور ایرانی سفارتکار یورپ گئے ۔ دوسری جانب 1807 میں فتح علی شاہ اور نپولین کے درمیان (Treaty of Finckensein) پہلا معاہدہ طے پایا جس میں نپولین نے روسی افواج کو ایران خالی کرنے اور ایرانی افواج کو جدیدی یورپی طریقے سے تربیت کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح ایران بین الاقوامی سیاست میں دھنس کر رہ گیا جس کی وجہ سے ایران اپنی ترقی کے سفر کو اس طرح طے نہ کر سکا جس طرح ماضی میں وہ کر تا رہا ہے۔(۲)

اگرچہ آغاز تاریخ سے ہی ایران کے روابط یورپ سے رہے ہیں لیکن ایران کے یورپ سے مستقل اور موثر روابط کی تاریخ فتح علی شاہ سلسلہ قاجار کے آغاز حکومت(1797–1834)سے ہوتا ہے۔ قاجاریہ دور حکومت میں ایران میں بہت سے ناگوار واقعات رونما ہوئے جس کے نتیجے میں اس ملک پر غیر ملکیوں کا اثرورسوخ بڑھا اور اس ملک کی آزادی کی بنیادیں کمزور پڑ گئیں۔ ایران جس کو صدیوں سے ایشیاء میں ایک بڑا مقام حاصل تھا وہ اُس نے کھو دیا اور دارا شکوہ کی سرزمین سیاست کی نظر ہو گئی۔(۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

یورپی اقوام کی ایران کے حوالے سے سیاست کے اس جائزہ کے بعد آیئے اب ان حالات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایران فرانس ادبی قربت کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔اس میں ہم سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ کس طرح ایران میں فرانسیسی زبان کی تدریس کا آغاز ہوا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر یورپی اقوام کی ایران میں دلچسپی کا ذکر کیا ہے۔اسی اثرورسوخ اور سیاسی کشمکش کے اثرات ایرانی سیاست کے علاوہ فارسی زبان وادب پر بھی مرتب ہوئے۔بیسویں صدی میں فارسی زبان پر فرانسیسی زبان وادب کے اثرات سب سے گہرے ہیں۔ ایران میں فرانسیسی اسکولوں کی تعمیر اور فرانسیسی زبان کی تعلیم وتربیت کی کا آغاز قاجار دور میں ھوا اور ایران میں یہ زبان پہلی غیر ملکی زبان کے طور پر پڑھی اور پڑھائی جاتی تھی۔رضا خان پہلوی (1941ء) کے زمانے میں طلباء کو مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس بھیجنے سے، ایران میں فرانسیسی زبان کے اثرورسوخ اور وقار واہمیت میں پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اضافہ ہوا۔یہاں تک کہ مالدار خاندانوں اور بڑے لوگوں میں فرانسیسی زبان کو جاننا وقت کی ایک اہم ضرورت سمجھا جاتا تھا۔اِن خاندانوں کے بچے پرائیویٹ طور پر فرانسیسی زبان کو سیکھتے تھے کیونکہ ثقافتی اور سیاسی طور پر فرانسیسی زبان اور اس زبان کو جاننے والے ایرانی لوگوں کا کردار بہت اہمیت کا حامل تھا۔(۴)

ایران میں فرانسیسی زبان کی ایک اہم وجہ مدرسہ دارالفنون کا قیام اور تراجم کو روشناس کروانا تھا۔دارالفنون کے قیام سے پہلے ایران میں درسی کتابیں کمیاب تھیں اور اسکولوں کے اساتذہ کو سب سے زیادہ انہی کتابوں کی ضرورت تھی کیونکہ وہ مجبور تھے خود درسی کتابیں مرتب کریں یا غیر ملکی کتابوں کو ترجمہ کریں۔لہذ شروعات ہی سے دارالفنون کے غیر ملکی اساتذہ نے جنگ اور فوجی تکنیک (توپخانہ، حملے اور استقامت اور نقشہ برادری)، قدرتی علوم (طب، کیمسٹری، میکینکس) کے مختلف شعبوں میں بڑی تعداد میں درسی او نصابی کتب تیار کیں اور ایرانی طلباء جو فرانسیسی زبان میں مہارت رکھتے تھے کو تراجم کا کام سونپا گیا اور دارالفنون ان تراجم کو شائع کر کے دیگر طلباء کو مہیا کرتا تھا۔(۵)

ایران میں فرانسیسی زبان کے اثرورسوخ کا ایک اور اہم عنصر ایران کے مختلف حصوں میں فرانسیسی اسکولوں کا قیام ہے۔عہد قاجار میں ایران آنے والے فرانسیسیوں نے اپنے ملک کی زبان اور ثقافت کو عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔پہلے تو انہوں نے فرانسیسی زبان کو اپنے طور پر پڑھانا شروع کیا لیکن دارالفنون کے قیام کے بعد وہ اس کے ساتھ منسلک ہوگئے۔اس کے علاوہ 1857 میں تبریز میں دارالفنون جیسے ہی ایک اور مدرسے کا قیام عمل میں آیا جو بنیادی طور پر فوجی اور سائنسی تعلیم پر انحصار کرتا تھا۔اس دارالفنون کے بیشتر اساتذہ فرانسیسی تھے یا اس ادارے سے تعلیم یافتہ تھے۔مزید بر آں ایران کے مختلف حصوں میں، اصفہان میں مدرسہ ہمایون، مدرسہ سن لوئی (Saint-Louis)، مدرسہ سن ژروف اور مدرسہ ژنداک کا قیام عمل میں آیا جن میں زیادہ تر فرانسیسی اساتذہ مصرف عمل تھے اور فارسی اور فرانسیسی دونوں زبانیں پڑھائی جاتی تھیں۔ان اسکولوں میں 1926 تک سرکاری طور پر دونوں زبانیں پڑھائی جاتی تھیں لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزی نے آہستہ آہستہ ایران میں فرانسیسی زبان کی جگہ لے لی اور فرانسیسی زبان ایران کی دوسری زبان سے تیسری زبان بن گئی۔لیکن اس کے باوجود فرانسیسی سیکھنے والوں کی تعداد قابل ذکر ہے۔(۶)

قارجار عہد میں ایران اور یورپ کے مابین روابط پہلے سے زیادہ مستحکم ہوئے اور اس سرزمین کا لٹریچر از جملہ، نظم، نثر، افسانہ اور ناول ایران میں مشہور ہوئے۔اس اختلاط کے نتیجے میں نہ صرف غیر ملکی کتابوں کے تراجم فارسی زبان میں ہوئے اور زبانوں کے الفاظ فارسی زبان میں داخل ہوئے بلکہ کچھ نئے مصنفین نے ان یورپی الفاظ کے ساتھ ساتھ غیر ملکی لٹریچر کے اسلوب اور انداز بیان کو بھی اپنا لیا یہاں تک کہ وہ فارسی اندازو بیان سے بھی بہت دور نکل گئے۔(۷)

ایران میں جدید ادب کا آغاز عام طور پر انقلاب مشروطیت (1905-1911) یا دقیقاً اس دور کو سمجھا جاتا تھا یا جب ایرانی ادب، مغربی ادب اور ثقافت کے اثرات اور ادغام کی وجہ سے، روایتی انداز سے نکل کر نئی دنیا سے ہم آہنگ ہوا۔اگرچہ ایرانی ادب میں اس تبدیلی کی جڑیں اور پس منظر تحریک مشروطیت یا اس سے بھی پہلے جدید ادب کا آغاز عام طور پر انقلاب مشروطیت یا دقیقاً اس دور کو سمجھا جاتا تھا یا جب ایرانی ادب، مغربی ادب اور ثقافت کے اثرات اور ادغام کی وجہ سے، روایتی انداز سے نکل کر نئی دنیا سے ہم آہنگ ہوا۔ اگرچہ ایرانی ادب میں اس تبدیلی کی جڑیں اور پس منظر آئین سے شروع ہوئے اور اس سے پہلے، تاہم چونکہ پہلی ادبی تخلیقات نئی اصناف میں، یعنی ناول، مختصر کہانیاں، ڈرامے اور نظمیں 1921 کے آس پاس سامنے آئیں، یہ بہتر ہوگا کہ بیسویں صدی کو ہی جدید فارسی ادب کا آغاز سمجھا جائے۔ (۸)

ناصر الدین شاہ اور مظفرالدین شاہ (1906-1896) کے دور حکومت میں ایرانیوں میں نئے سیاسی افکار اور وطنی اور قومی جذبات پرورش پا رہے تھے۔ اس زمانے میں اخبار اور رسائل جاری ہوئے نئی طرز کے مدرسے ہر جگہ قائم کیے گئے ترکی اور مغربی ممالک میں آمدورفت شروع ہوئی روس اور جاپان کی جنگ میں جاپانیوں کی فتوحات سے لوگوں میں غرور ملی اور وطنی وقار کا خیال پیدا ہوا اور یورپ میں نئے علوم و فنون کو دیکھ کر لوگوں میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ مستبد حکومت سے تنگ آ گئے تھے اور دوسرے ممالک کے انصاف اور قانون پر مبنی حکومتوں کے ساتھ اپنی حالت کا مقابلہ کرتے تھے۔ تہران، تبریز، اصفہان اور دوسرے شہروں میں ہفت روزہ اور ماہنامہ رسائل جاری ہوئے اسلامبول، مصر اور ہندوستان سے بھی تربیت، اطلاع، حبل المتین، پرورش اور ثریا کے نام سے رسائل جاری ہوئے۔ ان میں وطن پرستی مفاخر تاریخی، اتحاد دول اسلامی و یورپی اور مغربی علوم و فنون کی تحسین کے موضوعات پر نظمیں اور قصیدے شائع ہوتے تھے۔اس زمانے میں بھی بادشاہ، امرائے سلطنت اور شہزادے شعراء کی قدر و تربیت کرتے تھے۔

1906ء میں مشروطیت کے نفاذ سے استعداد کا دور ختم ہوا۔ مجلس دفاتر اور وزارتیں بنیں۔ اخبار اور رسالے جاری ہوئے فرانسیسی انگریزی جدید کی کتابیں اور ان کے تراجم ہوئے۔ 1914ء میں جنگ عظیم واقعہ ہوئی جس کی وجہ سے سارا جہان متاثر ہوا۔ ایران کا شاہ جو آئے دن یورپ کی سیاحت کو جاتا۔ حکومت نائب السلطنہ یا وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتی . مرکزی حکومت کمزور ہوئی تو کئی قبائل کے سرداروں نے اطراف سے بغاوتیں کردیں۔سیاسی پارٹیوں میں کشمکش ہوئی اختلاف آراء سارا نظام مضمحل رہا. اس دور میں شعر و سخن کا موضوع اور حکومت اور اس کے محکموں پر تنقید رہا۔(۹)

اب ہم ادبی اصناف میں سے ڈرامہ نگاری، ناول نگاری اور افسانہ نگاری پر الگ الگ جائزہ پیش کرتے ہیں تا کہ یہ جان سکیں کہ جدید فارسی ادب کہاں کہاں فرانسیسی زبان و ادب سے متاثر ہوا ہے۔'ناول' کو فرانسیسی زبان میں 'رومان' (Roman)، 'افسانہ' کو 'نُووَیل' (Nouvelle) جبکہ 'ڈرامہ' کو (Théâtre) کہا جاتا ہے جبکہ فارسی زبان میں انہیں بالترتیب رومان، داستان کوتاہ اور نمایش نامہ کہا جاتا ہے۔

ڈرامہ نگاری

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

ایران میں جدید ڈرامہ اور ڈرامہ نگاری کی تاریخ زیادہ طویل نہیں ہے۔ ایران میں پرفارمنگ آرٹس، تعزیہ کے علاوہ، یہ ایک نیا فن ہے جسے مغرب سے اخذ کیا گیا ہے۔ ایران میں ناصر الدین شاہ کے دور میں اس نئی ادبی صنف کا آغاز ہوا۔ یورپ کے سفر کے بعد ناصر الدین شاہ نے دار الفنون میں تھیٹر کی طرز پر ایک تھیٹر/ادارہ بنایا اور مرزا علی اکبر خان مزین الدولہ نقاشباشی کو اس تھیٹر کا ڈائریکٹر بنایا۔ اگر فرانس میں ڈرامہ نگاری کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قرون وسطی میں مذہبی ڈرامہ نگاری کا آغاز ہو چکا تھا اور ان ابتدائی ڈراموں کے موضوعات بائبل سے لیے گئے تھے۔(۱۰) ۔ فرانس میں دسویں صدی عیسوی میں یہ ڈرامے گرجاگھر کے اندر پیش کیے جاتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ گلیوں میں کھیلے جانے لگے۔ مذہبی کہانیوں کے ساتھ ساتھ غیر مذہبی اور بالخصوص ہلکے پھلکے مزاح پر مبنی ڈرامے بھی پیش کیے گئے۔(۱۱)

17ویں صدی، ڈرامے کے لیے 'سونے کی صدی' ثابت ہوئی۔ المیہ ڈراموں کے تخلیق کار Corneille اور Racine نے قدیم یونانی ڈرامے کے تین عناصر یعنی وقت، جگہ اور ایکشن پر پوری طرح عمل کیا۔ چنانچہ یہ ڈرامے کلاسیکل شمار ہوتے ہیں۔ Corneille کے ڈراموں کے ہیرو اپنی عظمت، جرأت، بہادری اور اخلاقی بلندی کے باعث مشکل سے مشکل حالات کو قابو کر لیتے ہیں۔ جبکہ Racine کے ہاں طربیہ ڈراموں کے ہیرو مشکلات کا شکار ہو کر اکثر اوقات ایک ہی حل یعنی 'موت' کی وادی میں اُتر جاتے ہیں۔ مزاحیہ ڈراموں کا آقا Molière لاطینی مزاح نگار Plaute سے متأثر دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اطالوی مزاحیہ ڈرامہ نگاری کی صنف Commedia dell'arte کے تمسخر پر مبنی مختصر دورانیے کے کھیل Farce کی روایت پر مشتمل سماجی خصوصیات اور حقائق پر مشتمل مزاحیہ ڈرامے پیش کرتا ہے۔ اس کا ڈرامہ L'école des femmes(1662ء) خواتین کی تعلیم کے بارے میں ہے جبکہ L'Avare (1668ء) دولت کے حوالے سے اور La Malade imaginaire(1673ء) طب کے گرد گھومتا ہے۔ Molière کے ڈراموں کے کردار خوب ہنسنے اور سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس ڈرامہ نگار نے ڈرامے کو تعلیم اور تفریح دونوں مقاصد کے حصول کے لیے بنیاد بنایا۔(۱۲)

ایران میں مزین الدولہ نقاشباشی نے نامور فرانسیسی ڈرامہ نگار مولیئر (Molière) کے مشہور ڈرامے Le Misanthrope کو "گزارش مردم گریز" کے عنوان سے ترجمہ کیا اور اسے تھیٹر میں نمائش کے لیے پیش کیا۔ واضح رہے کہ مولیئر کے ڈرامے مزاحیہ نوعیت کے ہوتے تھے مگر ان میں فرانسیسی معاشرے کے مختلف طبقات کے رویوں کو پیش کیا جاتا تھا۔ ہلکے پھلکے اور مزاحیہ انداز سے طنز کے نشتر چلانے کا فن مولیئر کے ہاں بدرجہ اُتم پایا جاتا ہے۔ اس کے بعض ڈراموں میں فرانسیسی معاشرے کے ایمان والوں کی منافقت کو دکھایا گیا ہے۔ اس کے کئی ڈراموں میں خدا کے وجود کا انکار بھی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو گرجا کے پادریوں نے اس کی تدفین کرنے سے انکار کر دیا۔ آج بھی مولیئر کے ڈراموں کو کافی مقبولیت حاصل ہے۔(۱۳)۔

گزارش مردم گریز نامی یہ ڈرامہ اشرافیہ طبقے کی منافقتوں پر طنز کرتا ہے، لیکن یہ ان دیگر خامیوں کی نشاندہی بھی کرتا ہے جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ فارسی زبان میں مولیئر کے ڈرامے کا پیش کیا جانا ان عملی اقدامات میں سے پہلا قدم ہے جو دراصل ایران میں ایک جدید تھیٹر کی بنیاد قائم کرنے کے لیے اٹھایا گیا۔ لیکن روحانیوں کی مخالفت کی وجہ سے یہ تھیٹر بند کر دیا گیا تھا۔(۱۴)

پھر 1863 میں ایک اور فرانسیسی ادیب الیگزینڈر ڈوماس (Alexendre Dumas) کے ڈرامے "مارگریٹ" (Marguerite) اور 1872 میں مولیئر کے ڈرامے "جبری شادی" (Le mariage forcé) کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ ان تراجم کے بعد ایرانی ڈرامہ نگار مرزا فتح علی اخندزادہ نے اپنا پہلا ڈرامہ یورپی طرز پر آذربائیجانی ترکی میں لکھا اور بعد میں فارسی میں ترجمہ کیا گیا اور 1873 میں شائع ہوا۔ بعد ازآن فارسی زبان کا پہلا ڈرامہ مرزا ملکم خان نے 1880 میں لکھا۔ (72) مشہور یورپی ڈرامہ نگار جن کی تخلیقات کا بھی آج فارسی میں تراجم کیے جاتے ہے ان میں شامل ہیں: شیکسپیئر، شلر، مرلنگ، سکارلڈ، برنارڈ شا، چیخوف، وغیرہ۔(۱۵)

اسی دوران 1925 میں سید علی نصر کی قیادت میں ایرانی کامیڈی کے نام سے ایک اور کمپنی قائم ہوئی۔ ایرانی کامیڈی درحقیقت تھیٹر کا پہلا ادارہ ہے جس نے صحیح اصولوں اور بنیادوں کے ساتھ کام شروع کیا۔ انسٹی ٹیوٹ نے بڑی تعداد میں مولیئر کے مختلف ڈراموں کا ترجمہ کیا اور ان کی نمائش کی ۔ ایران میں ڈراموں کی تمام اقسام میں سے تاریخی ڈراموں کو فروغ حاصل ہوا ۔ تاریخی ڈرامے عموماً ایران کی قدیم تاریخ پر مبنی ہوتے تھے۔ جیسے رستم اور سہراب کی کہانیاں وغیرہ۔ ایسے ڈراموں کا مقصد نئی نسل کو ماضی کے اعزازات اور افتخارات سے روشناس کرانے کے لیے قومی جذبات اور حب الوطنی کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔(۱۶)

ناول نگاری

فارسی ادب میں ناول لکھنے کی ایک طویل تاریخ ہے، لیکن یہ کہانیاں اکثر شاعری کی زبان میں لکھی جاتی ہیں۔ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے مصنفین نے سماجی موضوعات کی بجائے افسانوی، اخلاقی، صوفیانہ اور عشقیہ مضامین کو موضوع بحث بنایا۔ جس کی بہترین مثالیں شاہنامہ ، ویس اور رامین فخر الدین گورگانی، یوسف اور زلیخا اور نظامی گنجوی کی داستانیں ہیں۔ ان شاعرانہ کہانیوں کے علاوہ، فارسی میں بہت سی نثری کہانیاں بھی لکھی جاتی رہیں، جیسے اسکندر نامہ، جو اسکندر مقدونی کی زندگی فتوحات اور سفر کا ایک تاریخی افسانہ ہے، بختیار نامہ، منظر نامہ، ابو مسلم نامہ ، رزمنامہ، ہزار و یک شب، سمک عیار، بوستان خیال، چھار درویش، سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک سادہ اور روان نثری داستانیں ہیں۔ لیکن فارسی لکھاریوں نے اکثر انھیں داستانوں کی پیروی میں داستانیں وقصے لکھے ہیں، کسی مصنف نے اپنی زندگی کے واقعات کو راوی کے طور پر منتخب نہیں کیا اور نہ ہی اپنے زمانہ قریب میں کسی دوسری معاصر شخصیت کو موضوع سخن بنایا۔(۱۷)

لیکن جدید اور یورپی طرز واسلوب پر ناول اور ناول نگاری کی روایت ایرانیوں کے غیر ملکی ادب سے واقفیت کے بعد سامنے آئی۔ پہلے پہل ایران میں فرانسیسی اور انگریزی زبان کے ناول آئے اور شاذ و نادر ہی روسی، جرمن، عربی اور ترکی زبان کے ناول میسر آتے تھے. اان زبانوں پر عبور رکھنے والوں لوگ ہی ان ناولوں کو پڑھ سکتے تھے۔ پھر ان غیر ملکی ناولوں، خاص طور پر فرانسیسی ناولوں کے تراجم ہوئے،، اور اس طرح ایران میں معاصر فارسی ادب کا ایک نیاباب تخلیق ہوا۔(۱۸)۔

فرانس میں ناول نگاری کی ابتداء دراصل داستان نویسی سے ہوئی۔ قرون وسطی میں متعدد داستانیں 'récits légendaires' عوامی زبان میں قلمبند کی گئیں۔ ان کے موضوعات عام طور پر فرانسیسی تاریخ، لوک کہانیاں اور قدیم تہذیب پر مبنی ہوتے تھے۔ اسی دور میں طنز اور اخلاقی تعلیم پر مبنی داستانیں بھی لکھی گئیں۔ یہ ادب عوامی زبان میں حقیقت پر مبنی اور معاشرے پر تنقیدی پہلو لیے ہوئے

ہو تا تھا۔ بارھویں صدی کے اختتام پر 'Le Roman de Renart' لکھی گئی۔ یہ داستان جانوروں کی دنیا کو بیان کرتی ہے۔ اس میں پیش کئے گئے جانوروں کے کردار انسانوں کے مختلف قسم کے کرداروں سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً مغرور، بزدل، چالاک، سادہ لوح، احمق وغیرہ۔ تیرھویں صدی عیسوی میں 'Les Fabliaux' کے نام سے لکھی گئی کہانیاں مختصر بھی ہیں اور مزاحیہ بھی۔(۱۹)

بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں فرانس کے شمالی حصے میں ' رومان' (Roman) نام کی ادبی صنف سامنے آئی جس نے فرانسیسی ادب کو نئے موضوعات دیئے۔ یہ صنف شروع شروع میں شاعری میں ملتی ہے، جسے بعد میں 'قدیم رومان' کا نام دیا گیا۔ بعض محقق اسے ' درباری رومان' بھی کہتے ہیں۔ درباری سماج کے تناظر میں اس صنف نے عمدہ اشرافیہ طبقہ کی ترجمانی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے ادب میں سخاوت، شائستگی، عظمت جیسی اخلاقی اقدار ملتی ہیں۔ رئیسانہ طرز زندگی کے مناظر اور روپ بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ بعض شعراء کے نزدیک اشرافیہ کا حصہ بننے کی خواہش کا اظہار بھی موجود ہے۔(۲۰)۔ پھر مزاحیہ ادب اک ایک دور آیا جس میں شاعری کے ذریعے جانوروں اور پرندوں کی حکایات کو ہلکے پھلکے انداز میں پیش کیا گیا۔ ان کتابوں کے نام بھی 'رومان' سے شروع ہوتے ہیں۔(۲۱)۔ اس دور میں جتنا بھی ادب تخلیق ہوا وہ سارے کا سارا مذہبی اور نصیحتوں پر مبنی ہے۔(۲۲)۔

پندرھویں صدی کی فرانسیسی نثر میں 'رومان' Roman اور 'افسانہ' Nouvelle دونوں کی موجودگی کے آثار ملتے ہیں۔ ان میں کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ اس صدی کے آغاز میں 'Les XV joyes de mariage' نام کی ایک داستان ملتی ہے جس کا مصنف نامعلوم ہے۔ اس میں ازدواجی زندگی کی سچائیوں کی گہرے مشاہدے کے بعد تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس میں دھوکہ کھانے والے اندھے شوہر اور عورتوں کی منافقت اور چالبازی کو دکھایا گیا ہے۔ اس کے بعد 'Le petit Jehan de Saintré' سامنے آیا جس کے مصنف Antoine de la Sale تھے۔ اس کے بعد Les cent nouvelles nouvelles سامنے آیا جو ۱۴۶۰ء کے قریب لکھا گیا۔ یہ 'سونئی کہانیاں' کے عنوان سے کسی نامعلوم مصنف کی طویل کہانی ہے۔(۲۳) ۔ ۱۶ویں صدی کے آخری برسوں میں جس ادبی صنف نے فرانسیسی میں خوب جگہ بنائی وہ بلاشبہ 'رومان' ہے۔(۲۴)

فرانس میں سترھویں صدی میں مذہبی جنگوں کے بعد جب امن قائم ہو گیا تو ایک دم ناول لکھنے والوں نے بے شمار ناول لکھ ڈالے۔ صرف ۱۶۰۰ء سے لیکر ۱۶۱۰ء کے درمیان ساٹھ ناول سامنے آئے۔ حالانکہ اس وقت لکھے پڑھے افراد کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ اس صنف میں غیر معمولی مقبولیت سامنے آئی۔ بہت سے لوگوں نے اسے غیر معمولی اور عظیم کام سمجھا۔ عظیم ناول بھی محبت اور جنگ سے پروان چڑھتا ہے۔ بڑی مہارت کے ساتھ مرکزی پلاٹ گھڑے گئے۔ کردار سازی، منظر نگاری، پس منظر کے طور پر تاریخی واقعات کا استعمال، اور آخر میں اخلاقی اہمیت۔ جتنا زیادہ ان اصولوں کا مشاہدہ کیا جائے ناول اتنا ہی گہرا ہوتا جائے گا۔ جذبات و بہادری سے بھرپور ناولوں کے ساتھ ساتھ مزاحیہ ناول بھی لکھے گئے۔(۲۵)

جدید ناول کا جنم ۱۸ویں صدی میں ہوا۔ اس دور کے ناول میں اشرافیہ کی زندگی سے نکل کر بورژوا کی زندگی کی عکاسی نمایاں نظر آتی ہے۔ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو ہمدردی سے پیش کیا گیا ہے نہ کہ تمسخر کے ساتھ۔ یہاں سماج کے نچلے اور پسے ہوئے طبقوں کو داستانوں کے اندر زیادہ سے زیادہ شامل کیا گیا۔ اس کے کرداروں میں تاجر، کاشت کار، دست کار، گھریلو خادمین وغیرہ جیسے کردار سامنے آئے۔ ان ناولوں میں نوابوں، رئیسوں اور اشرافیہ کے درباروں کی منظر کشی اور واقعات نیز بہادری کے کارناموں کے بجائے خاندانی زندگی کے جذبات کو تحریر میں لایا گیا۔ اس سے قبل ہیرو کے کردار نبھانے والے غیر معمولی طاقت و ذہانت کے مالک ہوتے تھے جبکہ اس دور میں ناولوں کے ہیرو عام آدمی دکھائی دینے لگے۔(۲۶)

جدید فارسی ناول نگاری کا آغاز بھی فرانسیسی ناول کے ترجمہ سے ہوا جب علی خان ناظم العلوم نے فرانس کے مشہور ناول نگار فنلن (François Fénelon) کے شاہکار ناول "تلمک" (Les Aventures de Telemaque) کا ترجمہ کیا جو 1886ء میں شائع ہوا۔ فنلن دراصل سترھویں صدی کے ایک فرانسیسی ادیب، شاعر اور آرچ بشپ تھے۔ ان کے ناول تلمک کا مرکزی کردار ایک حقیقی ہیرو ہے جو ناول میں جا بجا جنگ، عیش و عشرت اور خود غرضی کی مذمت کرتا ہے اور انسانوں کے مابین بھائی چارے اور پرہیزگاری کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔

ان کے بعد شہزادہ محمد طاہر میرزا اسکندری نے متعدد دلنشین فرانسیسی تحریروں کو فارسی میں ترجمہ کر کے متعارف کروایا۔ ان میں فرانسیسی ادیب Alexandre Dumas کے ناول Le Comte de Monte-Cristo (مونٹی کرسٹو کا نواب) اور Les trois mousquetaires (سہ تفنگدار) شامل ہیں۔ نیز انہوں نے Les Mystères de Paris کا ترجمہ 'اسرار پاریس' کے نام سے کیا۔ انہوں نے فرانسیسی ادیب ایوجینی سو (Eugène Sue) کے ناول Les Mystères de Paris کا بھی روان فارسی ترجمہ کیا جو 'اسراس پاریس' کے نام سے شائع ہوا۔ بعد ازاں ابراہیم نشاط نے فرانسیسی ناول نگار Bernardin de Saint-Pierre کے ناول پل وویرژینی Paul Virginie کا فارسی میں ترجمہ کیا۔(۲۷)۔ یہ تراجم بہت کارآمد اور ثمر آور تھے، کیونکہ مترجمین نے فارسی میں غیر ملکی متون کا ترجمہ کرنے میں زبردستی اصل زبان کی سادگی کے انہی اصولوں پر عمل کیا اور ان تراجم سے درحقیقت زبان آسان ہو گئی اور اظہار بھی صمیمیت اور اور دلبستگی آ گئی اور فصاحت و بلاغت کے نام پر استعمال ہونے والی شاعرانہ ہنر نمائی کے اثرات بھی بہت حد تک کم ہو گئے۔(۲۸)

لیکن ایرانی ناول نگار جو صرف غیر ملکی ناولوں کو پڑھ کر اور لطف اندوز ہو کر ناول لکھنے کے شوق میں پڑ گئے وہ ناول کی تکنیک اور ناول لکھنے کے قواعد و ضوابط کے بارے مناسب جانکاری نہیں رکھتے تھے اور جو ناول سامنے آئے ان میں سے زیادہ تر ناول محض تقلید پر مبنی تھے۔ اور کچھ تو اس حد تک بے ساختہ اور معمولی تھے کہ پڑھنے کے قابل بھی نہیں تھے۔(۲۹)

تنقیدی ناولوں کی ابتدا سفر ناموں سے ہوئی سیاست نامہ اور مسالک المحسنین تو ایسی کتابیں ہیں جنھوں نے ایرانی ذہن کی بیداری میں بڑا حصہ لیا۔ سیاحت نامہ ابراہیم بیگ بڑا مقبول ہوا۔ اس کے مصنف حاجی زین العابدین مراغہ ای تھے جو اسلامبول میں رہتے تھے اور روزنامہ اختر کے نامہ نگار بھی تھے یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے: پہلے حصے میں حیات ابراہیم کے واقعات کا ذکر ہے۔ دوسرے میں سفر کے حالات مندرج ہیں اور تیسرے میں ایک ایرانی نژاد کے بیانات شامل ہیں۔ یہ کتاب ایک دردمند وطن پرست کی پکار ہے ایرانیوں کی زبوں حالی اور پسماندگی پر جلتا ہے اور عوام کی بے عملی اور توہم پرستی پر سخت تنقید کر کے ان میں جذبہ بیداری اور اصلاح پیدا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ سادہ اور عام فہم ہے۔ پرانے مروجہ تصوف اور اخلاق سے خالی ہے۔ جا بجا تقریریں بھی شامل ہے اور کہیں نامانوس الفاظ اور مرکبات بھی ملتے ہیں دوسری کتاب مسالک المحسنین کے مصنف عبد الرحیم طالبوف ہیں۔ یہ کتاب 1944ء میں قاہرہ میں چھپی تھی۔ یہ سیاحت نامہ خیالی اور علمی ہے۔ محسن بن عبد اللہ ایک شخص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جن میں انجینئر اور ڈاکٹر بھی شامل ہیں کوہ دماوند پر جاتے اور وہاں سے نئی معلومات اور انکشافات حاصل کر کے تین مہینوں میں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب میں علمی باتوں کے علاوہ مختلف طبقات کے آداب رسوم کا تذکرہ ہے۔ لیکن کے قصہ کہانی کا انداز بھی قائم رکھا گیا ہے اس لیے اس کتاب کا ادبی مقام بھی بلند ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

حاجی بابا اصفہانی اگرسے موریہ کے انگریزی ناول کا ترجمہ ہے لیکن زبان وبیان کے اعتبار سے ترجمہ پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ یہ ناول ایران کے نظم ونسق اور ایرانیوں کی اخلاقی زندگی ہے۔ ڈرامہ ابراہیم دونوں کتابوں کا اہم حصہ ہے افسانہ نگار اور ناول نویسوں نے دونوں کتابوں کی تقلید میں سماج پر تنقید کی ہے۔ سب سے اچھا سماجی ناول جس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی مشفق کاظمی کا ناول "تہران مخوف" ہے جو پانچ جلدوں میں شائع ہوا اور مقبول ہوا اور بڑا مقبول ہوا۔ اس ناول میں نچلے طبقوں پر حکام کا ظلم وستم اور ماحول کی خرابی اور فساد کا بیان ہے۔ زبان سادہ اور کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اس مصنف کے اور ناولٹ یا طویل افسانے "گل پژمردہ" اور "اشک پر بہا" وہ اب بھی شائع ہوئے مگر ان کو تہران مخوف جیسی شہرت حاصل نہ ہوئی۔ عباس خلیلی کے تین چار ناول بنام روزگار سیاہ، انتقام، انسان، اور اسرار شب بھی اچھے خاصے مقبول ہوئے ہیں۔ ان میں عورتوں کی زبوں حالی کے متعلق واقعات اور حوادث بیان کئے گئے ہیں ربیع انصاری کے ناول خیانت بستر اور سیز دہ عید ہیں۔ جہانگیر جلیلی کے تین ناول "من ہم گریہ کردہ ام، از دفتر خاطرات اور کاروان عشق بھی اجتماعی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

بعد ازاں سماجی ناول لکھنے والوں میں سے دو مصنفین کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ایک میر محمد حجازی اور دوسرے محمد مسعود دیہاتی ہیں۔ محمد حجازی نے 1968ء میں ہما اور ایک سال بعد پری چہر کے نام سے ناول لکھے۔ دونوں کے اشخاص قصبہ اور شہری متوسط طبقہ کے افراد ہیں۔ دونوں میں مصنف کا مقصد حقوق نسواں کی حمایت اور تجدد کی تبلیغ ہے۔ لیکن پری چہر بالکل اس کے متضاد ایک ہوس باز اور شہوت پسند عورت ہے یہ ناول جدید نگارش کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں لیکن بات کردار واقعی اور حقیقی معلوم نہیں ہوتے کہانی ایم قصہ معلوم ہوتی ہے۔ بعد از آن حجازی کے مزید ناول بھی منظر عام پر آئے۔

دوسرے ناول نگار جنھوں نے سماج پر تنقید کی ہے محمد مسعود دہاتی ہیں۔ ان کے ناول تفریحات شب، در تلاش معاش اور اشرف المخلوقات اچھے خاصے مقبول ہوئے۔ ان ناولوں کے اشخاص شہری طبقہ کے لوگ ہیں۔ خاص طور پر ان اشخاص کا ذکر ہے جو دن کو دفاتر اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور رات کو عیاشی اور آوارہ گردی کرتے ہیں۔ مصنف کا خیال ہے کہ یہ لوگ خود قصوروار اور تباہ کار نہیں بلکہ غلط عادت اور جاہلانہ تعلیم کی وجہ سے یا اقتصادی بدحالی اور مفسد ماحول کی وجہ سے وہاں سے زندگی گزارنے پر مجبور ہے ان ناولوں میں توجہ دو اور تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور مروجہ روایتی تعلیم و تدریس پر اعتراض کئے گئے ہیں۔ 1961ء میں محمد علی افغانی کے ناول "شوہر آہو خانم" کو بہت شہرت حاصل ہوئی اس سے وابستہ خاندان کی زندگی اور قواعد کی بھرپور ترجمانی ہوئی ہے۔(۳۰)

جہاں تک تاریخی ناول نگاری کا تعلق ہے تو ایران میں نقالوں کی زبانی قصے بیان کرنے کا رواج تھا۔ اس میں بہادری کی داستان بیان ہوتی تھیں۔ زبان بھی دلکش ہوتی تھی لوگ بھی دلچپسی سے سنتے تھے۔ لیکن ادبیات میں ان قصوں کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ یہ بھی ایک طرح کے ناول ہیں ان میں اسکندر نامہ، سمک عیار، حسین کرد وغیرہ معروف ہیں۔ ایران میں تاریخی ناولوں کا رواج ترجمہ سے شروع ہوا۔ فرانس کے الیگزینڈر ڈوما اور مصری ادیب جرجی زیدان کے ناول ایران میں بہت مقبول ہوئے۔ تاریخی ناول نگاروں میں محمد باقر خسروی، شیخ موسی نثری، حسن خان بدیعی، صنعتی زادہ کرمانی کے نام قابل ذکر ہیں۔(۳۱)۔Alexandre Dumas کی دلچپسی تاریخ میں تھی۔ اس طرح وہ بالخصوص Le comte de Monte-Cristo (1845ء) میں تاریخی ناول نگاری کا باوا آدم بن گیا۔(۳۲)

افسانہ نگاری

ایران میں ناول نگاری پروان نہیں چڑھ سکی اور ایرانی مصنفین اس میدان میں زیادہ عرصے تک ناول نگاری نہیں کرسکے۔ جو لکھا گیا اسے صرف نظر کردیا گیا اور جو بعد میں لکھا گیا اس کی ہنرمندانہ اور ادبی ارزش کم ہے۔ گویا لکھنے والوں میں عظیم ناول تخلیق کرنے کا حوصلہ نہیں تھا یا پڑھنے والوں نے ایسی کہانیوں کا خیر مقدم نہیں کیا، جنہیں پڑھنے میں بہت وقت درکار تھا یا غیر ملکی ناولوں کے غیر معیاری تراجم نے اس صنف کو فروغ نہیں دیا تھا۔ بعد ازاں ایرانی ادیبوں نے مختصر کہانیوں / افسانہ نگاری پر زیادہ توجہ دی اور اس میدان میں اہم کام تخلیق کیے۔(۳۳)

ایران میں سب سے پہلے سید محمد علی جمالزادہ نے فارسی افسانے لکھے۔ انہوں نے فرانسیسی ادب سے متاثر ہو کر اپنے روایتی ادب سے انحراف کرتے ہوئے حقیقت نگاری کو اختیار کیا اور 1920 میں برلن میں "یکی بود یکی نبود" کی اشاعت کے ساتھ ایرانی ادب کے ایک نئے اسلوب کی بنیاد رکھی۔ اس افسانے کو ایرانی حقیقت پسندانہ ادب کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ محمد علی جمالزادہ فارسی ادب میں حقیقت پسندی کے اسلوب اور جدید ایرانی فکشن کے بانی ہیں۔

یہاں فرانس میں حقیقت نگاری کی تحریک کا ذکر بھی ضروری ہے۔ حقیقت نگاری کی ادبی تحریک کا جنم رومانوی تحریک سے ہوا مگر یہ اس کے خلاف ایک بغاوت کے روپ میں سامنے آئی۔ رومانوی تحریک نے خود کو حقیقت کے قریب ہونے کا دعوی کیا تھا مگر فی الحقیقت اس کے اندر بناوٹ، تصنع، تخیل اور واہمہ موجود تھے۔ رومانوی تحریک کے زیر اثر لکھنے والے بعض اوقات جذبات اور جمالیات کو پیش کرنے کی غرض سے حقیقت سے پردہ پوشی کرتے دکھائی دیتے۔ اسی کے رد عمل کے طور پر حقیقت نگاری سامنے آئی۔ مثبت نگاری اور سائنسیت کی وجہ سے 'مادی حقائق کی قدر و منزلت' کا دعوی کرنے والا ایک دبستان وجود میں آیا۔ انسانوں کو ان کے رویوں سے مطالعہ کیا جائے۔ ان کے اصل حال کو سامنے رکھتے ہوئے، سماجی اور طبعی نظریات کی روشنی میں۔ اس تحریک کے باعث ادب میں خواب، خیال اور دیومالائی واقعات کی جگہ یکسر ختم ہوگئی۔ بالزاک Balzac اخلاقیات کی بات کرتا ہے۔ ستاندال کی حقیقت نگاری فی الاصل نفسیاتی ہے مگر وہ اخلاقیات کو پینٹ کرتا ہوا بھی دکھائی دیتا ہے۔ فلوبرٹ Flaubert کی حقیقت نگاری ابتداء میں رومانویت کے اندر اچانک داخل ہونے والا موضوع ہے مگر اس نے جلد ہی اسے اپنا فطری اظہار کا ذریعہ بنالیا۔(۳۴)

جمالزادہ نے اپنے معاصرین مصنفین کو بلعموم اور متاخرین کو بلخصوص متاثر کیا جیسے "صادق ہدایت"، "جلال آل احمد" اور بزرگ علوی۔ دور مشروطیت میں دنیا کی ادبی تصانیف کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ہی ایرانی ادیب بین الاقوامی ادبی تخلیقات سے آشنا ہوئے اور حقیقت پسندانہ معاشرے میں رائج حالات کی وجہ سے انہوں نے جلد ہی ایرانی ادیبوں اور سامعین میں اپنے مداح تلاش کر لیے۔

ان حقیقت پسندانہ تخلیقات میں سے پہلا سماجی ناول "تہران مخوف" (1925) تھا جو مرتضی مشفق کاظمی نے لکھا تھا۔ دوسرے حقیقت پسندانہ ناول جو آپ کو ایران میں حقیقت پسندی سے متعارف کرواسکتے ہیں: صادق ہدایت کے افسانے "حاجی آقا" (1948) بزرگ علوی کے افسانے "اس کی آنکھیں" (1952) جلال آل احمد کے افسانے "مدیر مدرسہ" (1958)، سیمین دانشوار کے افسانے "سوشون" (1969) کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ تاہم، یہ سب افسانہ نگار اپنی کہانی کے خالق ہیں اور آپ اپنی دید و نظر سے اپنے سامعین پر ایک نئی کھڑکی کھولتے ہیں۔(۳۵)

اس مضمون میں ہم نے دیکھا کہ

جب فرانس کے ساتھ ایران کے سیاسی تعلقات استوار ہوئے تو اس کے نتیجے میں ایرانی لوگوں کا فرانس کی طرف آنا جانا بڑھا۔ اس طرح بہت سے ایرانیوں نے فرانس جا کر وہاں تعلیم بھی حاصل کی۔ جب ان

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

ایرانیوں نے یورپی ادب کا مطالعہ کیا تو انہیں اس میں بالکل نئی طرح کے موضوعات ملے۔ ان اچھوتے موضوعات سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایران کے ادب میں اس دور تک بزمی ورزمی موضوعات چل رہے تھے۔ جن میں گل و بلبل، شمع و پروانہ، عاشق و معشوق، عشق و محبت کے علاوہ جنگ و جدل کا ذکر بھی کثرت سے ملتا تھا۔ جب فرانسیسی ادب سے متاثر ہونے کے ادب ایرانیوں نے نہ صرف فرانسیسی سے فارسی میں ادبی تراجم شروع کیے بالکل نئے لکھنے والوں نے فرانسیسی ادب سے متاثر ہو کر اجتماعی موضوعات کو اپنایا۔ اس طرح ایران کے جدید فارسی ادب میں معاشرتی موضوعات پر لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ فرانسیسی ادب نے جہاں ترکی، عربی اور روسی وغیرہ کے ادب کو متاثر کیا ہے وہاں اس نے جدید فارسی ادب پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مھر، نور محمد خان، فکر آزادی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۴، ص:۵

۲۔ ایضاً، ص:۵

۳۔ رازی، عبداللہ، تاریخ کامل ایران ار تاسیس ماد تا انقراض قاجاریہ، مصحح، کاظم زادہ ایرانشھر، انتشار اقبال، ۱۹۸۴، ص:۴۷۸

۴۔ بہرامی، نیکخواہ، زبان فرانسہ در ایران، مجلہ رشد آموزش زبان خارجی، شمارہ، ۱۰۰، دانش گاہ تھران، ۲۰۱۱، ص:۲۹

۵۔ آرین پور، یحیی، از صبا تا نیما، انتشارات زوار، تہران، ۲۰۰۳، ص:۲۵۹

۶۔ بہرامی، نیکخواہ، ص:۳۱

۷۔ شفق، رضازادہ، تاریخ ادبیات ایران، انتشار آھنگ، تھران، ۱۹۷۰، ص: ۳۷۹

۸۔ یاحقی، محمد جعفر، کلیات تاریخ ادبیات فارسی، ناشر شورای گسترش زبان و ادبیات فارسی، تہران، ۲۰۱۰، ص:۱۴۱

۹۔ ظہورالدین احمد، ایرانی ادب، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۶، ص:۲۳۴

۱۰۔P. Brunel, Y. Bellenger, D. Couty, Ph. Sellier & M. Truffet, *Histoire de la Littérature Française*, Du Moyen Age Au XVIIIe Siècle, Paris : Bordas, 1986, p.48.

۱۱۔Nicole Blondeau, Ferroudja Allouache & Marie-Francoise Ne, *Littérature Progressive du Français*, Niveau Débutant, Paris : Cle International, 2004, p. 10.

۱۲۔Ibid. 2004, p. 23.

۱۳۔ بہرامی، نیکخواہ، ص:۲۶

۱۴۔ مھر، نور محمد خان، ص:۷۰

۱۵ ۔ ایضاً ، ص:۷۴

۱۶۔ ایضاً، ص:۷۲

۱۷۔ آرین پور، یحیی، ص:۲۳۶

۱۸۔ مھر، نور محمد خان، ص:۵

۱۹۔Nicole Blondeau, Ferroudja Allouache & Marie-Francoise Ne, Littérature Progressive du Français, 2004, p. 11.

۲۰۔P. Brunel, Y. Bellenger, D. Couty, Ph. Sellier & M. Truffet, Histoire de la Littérature Française, Du Moyen Age Au XVIIIe Siècle, 1986, p. 29

۲۱۔Ibid., 1986, p.42

۲۲۔Ibid., p.46

۲۳۔Ibid., pp.73-74

۲۴۔Ibid., p.193.

۲۵۔Ibid., p.193.

۲۶۔Henri Mitterand (dir.) *Littérature Textes et Documents*, XXe siècle, Paris : Nathan, 1994, pp. 286-287.

۳۰۔ ظہورالدین احمد، ص:۲۳۸

۳۱۔ ایضاً، ص:۲۶۶

۳۲۔Nicole Blondeau, Ferroudja Allouache & Marie-Françoise Ne, *Littérature Progressive du Français*, 2004, p. 42.

۳۳۔ آرین پور، ص:۲۷۹

۳۴۔André Lagarde et Laurent Michard, *Textes et Littérature*, XIXe Siècle, Paris : Bordas, 1980, pp. 11-12.

۳۵۔ ظہورالدین احمد، ص:۲۳۸